یہ تین روزہ سیمینار بہت اچھی فضا میں منعقد ہوا اور اس میں تمام شرکاء کو کھل کر بات چیت کرنے اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا جس سے تاثر ملا کہ مغرب [کا رویہ] مسلمانوں سے متعلق مثبت نہیں ہے اور وہ ان کو دہشت گرد، انتہا پسند اور مذہبی جنونیوں کے زمرے میں رکھتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان مغرب کے لوگوں کو آزاد خیال، مذہب سے دور اور سیکولرازم کے حامل اور مسلمانوں کے خلاف منفی سوچ رکھنے والے خیال کرتے ہیں۔

تین دن بحث مباحثہ کے بعد اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ جس طرح بہت سارے مسیحی اسلام کے سکالر ہیں، اسی طرح بہت سارے مسلمانوں کو بھی مسیحیت کا سکالر ہونا چاہیے اور اس کی سٹڈی مسیحی زاویۂ نگاہ سے کرنا چاہیے۔

نیز جس طرح مغرب میں بہت ساری کرسچن یونیورسٹیوں میں مسلم پروفیسر اسلام پڑھاتے ہیں، اسی طرح اسلامی یونیورسٹیوں میں کرسچن پروفیسرز کو مسیحی مذہب پڑھانا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ ہر ایک مذہب کا احترام کرنا چاہیے۔ (رپورٹ فادر جیمز چنن، او۔ پی، پندرہ روزہ "شاداب" - لاہور، یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

ملائشیا: "فصل پک کر تیار ہے، مگر کارکن بہت ہی کم ہیں۔"

["ایونجلیکل مشتر انفارمیشن سروس" کے پندرہ روزہ "پلس" (Pulse) نے ۲۱ نومبر ۱۹۹۷ء کے شمارے میں ملائشیا کی مسیحی برادری کے بارے میں اپنے نمائندے کا ایک مضمون شائع کیا ہے، ذیل میں اِس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ مدیر]

جولائی ۱۹۹۷ء کے بعد بازارِ زر میں ملائشیا کی کرنسی رنگٹ کی مالیت ڈالر کے مقابلے میں ۳۰ فیصد کم ہو گئی، اور یہ صورتِ حال جنوب مشرقی ایشیا میں ڈرامائی طور پر ابھرنے والی "اقتصادی طاقتوں" کے لیے مسلسل پریشانی کا باعث ہے۔ ملائشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتر محمد نے کرنسی کے تاجروں کو اپنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کرنسی کے کاروبار کے لیے کچھ اصول و ضوابط طے کرنے پر زور دیا ہے، تاہم بے یقینی اور ہر لحظہ بدلتی صورتِ حال میں ملائشیا کی مسیحی برادری معاشرے میں اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے کوشاں ہے۔ "نیشنل کرسچن فیلوشپ آف ملائشیا" کے جنرل سیکرٹری وانگ کم کانگ چرچ کے اس کردار سے مطمئن نہیں جو اُس نے ماضی میں ادا کیا ہے۔ "اگرچہ خداوند خدا نے اس قوم کو مالی اعتبار سے نوازا ہے۔۔۔، مگر چرچ اِس لحاظ سے اُن کاموں کے لیے ایثار نہ کر سکا جو خدا کی بادشاہت کا تقاضا ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری خوش حالی اور اقتصادی ترقی نے چرچ کی ہمہ وقتی

خدمت اور منادی کے حوالے سے ہماری روحانیت کمزور کر دی ہے۔"

مذکورہ "فیلوشپ" کے سیکرٹری جنرل کانگ کی رائے میں تعلیم یافتہ اور تاجر طبقے میں بائبل کے لیے بڑی کشادہ دلی پائی جاتی ہے اور مستقبل میں اس طبقے میں تبشیر کی ضرورت ہوگی۔ اگرچہ ملائشیا کے رہنما اسے ایک ترقی پسند ملک کے طور پر پیش کرتے ہیں جسے بنیاد پرستی سے کوئی تعلق نہیں، مگر ملک کی ۵۳ فیصد آبادی "ملے" ہے اور ملائشیا کے دستور کے مطابق "ملے ہونا مسلمان ہونا ہے۔" ملائشیا کی ۸۶ء۶ سے ۱۰ فیصد آبادی پر مشتمل چرچ کو اپنا وجود قائم رکھنے کی اجازت ہے، مگر اس کی سرگرمیاں کچھ حدود کے اندر ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایسے قوانین منظور کیے گئے جن کے مطابق ملے آبادی کو حلقۂ مسیحیت میں لانے پر پابندی ہے، حالانکہ دستور میں آزادیٔ مذہب کی ضمانت دی گئی ہے۔

"ملائشیا پریئر فیلوشپ" کے برائن نیوٹن کی رائے میں چرچ اپنی نازک حیثیت کے تحت ماضی میں چنداں دو ٹوک رویّہ اختیار نہیں کر سکا۔ "ایک طرف تو مسیحی چرچ خاصا نمایاں ہے، متعدد مسیحی اہم حکومتی عہدوں پر فائز ہیں اور روح القدس کی کارفرمائی نظر آتی ہے، مگر دوسری طرف چند برس پہلے تک چرچ دروں بینی میں مبتلا رہا۔ اسے یہ خدشہ لاحق رہا کہ وہ اذیّت کا سامنا کر رہا ہے۔" حالیہ برسوں میں چرچ کی قوّت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ وانگ کم کانگ کے بقول "اب چرچ تجدیدی عمل سے گزر رہا ہے۔" مختلف مسیحی مذہبی گروہوں کے درمیان اتحاد و تعاون کی فضا قائم ہو گئی ہے اور آبادی کے غیر ملے حصّے (جس میں ۳۰ فیصد چینی، ۹ فیصد ہندوستانی اور تقریباً ۸ فیصد مقامی قبائلی لوگ شامل ہیں) تک انجیلی پیغام پہنچانے کی کوشش میں چرچ کو قبائلیوں، اور بالخصوص مشرقی ملائشیا، میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ گزشتہ تین برسوں میں کئی سو چرچ وجود میں آئے ہیں۔ اس کام کا آغاز کولوراڈو (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) کی ایک تنظیم DAWN (Disciple a Whole Nation، پوری قوم کو مسیح کے چرنوں میں لے آیئے) کی تائید سے ہونے والی ایک کانفرنس (۱۹۹۲ء) سے ہوا تھا۔ اس کانفرنس کے نتیجے میں ملائشیا کے چرچ نے آگے بڑھ کر سن ۲۰۰۰ء کے لیے پوری قوّت سے کام کرنے کا جذبہ حاصل کیا ہے۔ چار ہزار چرچ بنائے گئے، ایک لاکھ افراد کو دعاؤں میں شامل کیا گیا اور ملائشیا کی مقامی زبان میں دو سو عبادتی اجتماعات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ایک مقامی مبشّر کی رائے میں ترویجِ مسیحیت میں سب سے بڑی کمزوری ڈر اور خوف کی موجودگی ہے۔ ملے آبادی بائبل کی مزاحم نہیں، اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کی راہ میں قانونی اور خارجی مشکلات ہیں، تاہم مسیحی خود اپنے رویّوں سے شکست خوردگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے سے اب تک تقریباً آٹھ ہزار مسلمان مسیحیت اختیار کر چکے ہیں۔